جناب پروفیسر محمد سلیمان صاحب اظہر
اسلامیہ یونیورسٹی ، بہاولپور

تحریکِ ختمِ نبوت کے گمشدہ اوراق

انیسویں صدی کے آخر میں برصغیر کے مطلع پر ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی دعویٰ نبوت اور مسیحائی کے ساتھ نمودار ہوا - اس شخص نے تحریر و تقریر اور اخبارات کے ذریعے سادہ لوح عوام کو اپنی نبوت کے جال میں الجھانے کی بھرپور کوشش کی - چونکہ اس کی نبوت کا اصل مقصد تنسیخ جہاد تھا جو انگریز کی جابرانہ حکومت کے خلاف مسلمانوں کے پاس کامیاب ترین ہتھیار رہا اور جس سے انگریز سب سے زیادہ خائف تھا - اس لئے اس نے اس نبیٔ کاذب کو نہ صرف تحفظ عطا کیا بلکہ اپنے پورے وسائل اس کی اعانت کے لئے وقف کر دیئے - مسلمانوں کا معاملہ "با خدا دیوانہ باشد با محمد ہوشیار" کا ہے - انہوں نے مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت کو ناموسِ رسالت کے خلاف سازش قرار دیا اور تن من دھن سے انگریز کے اس خود کاشتہ پودے کی بیخ کنی میں مصروف ہو گئے - مسلمانوں کی یہ تحریک، تحریکِ ختمِ نبوت کے نام سے معروف ہوئی - اس تحریک میں بے شمار مسلمانوں نے مختلف محاذوں پہ کام کیا جن میں سے آج کی نسل چند ایک کو بخوبی جانتی ہے - ان بزرگانِ ملت میں حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی، علامہ انور شاہ کاشمیری، مولانا ظفر علی خاں، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، اور تحریک احرار کے قائدین شامل ہیں - ان بزرگوں نے رفیع الشان خدمات انجام دی ہیں جن کے نتیجہ میں مرزا غلام احمد کے کاذب ہونے پر عالم اسلام کا اجماع ہو گیا اور بالآخر پاکستان و دیگر بہت سے مسلم ممالک میں مرزا صاحب اور ان کے متبعین کو غیر مسلم قرار دیدیا گیا -

مذکورہ بالا بزرگوں میں سب سے پہلے پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی تحریک ختم نبوت میں سرگرم ہوئے مرزائیت کے رد میں ان کی پہلی تحریر شمس الہدایۃ فی اثبات حیات المسیح بزبان اردو ۱۹۰۰ء میں شائع ہوئی - مرزا صاحب کے فرمان پر ان کے مرید خاص حکیم نورالدین صاحب بھیروی نے اعتراضات پر مشتمل

ایک خط پیر صاحب کو لکھا جس کے جوابات پر مشتمل پیر صاحب نے ایک اشتہار شائع کیا۔ پھر ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کے روز مرزا صاحب نے پیر صاحب کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا۔ پیر صاحب نے جوابی اشتہار شائع کرایا اور لاہور میں مباحثہ کیلئے ۲۵ اگست کی تاریخ مقرر کی۔ پیر صاحب مع دیگر علماء وہاں تشریف لے گئے لیکن مرزا صاحب نہ آئے۔ پھر مرزا صاحب کے ایک اور مرید مولوی محمد احسن امروہی نے شمس الہدایۃ کے جواب میں "شمس بازغہ" کے نام سے کتاب لکھی۔ اسی دوران مرزا صاحب کی اپنی کتاب اعجاز مسیح (مشتمل بر تفسیر سورۃ فاتحہ) بھی شائع ہو گئی تو پیر صاحب نے ان دونوں کتابوں کا جواب بنام سیف چشتیائی لکھا جو ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا۔ اس تفصیل کا مقصد یہ بتانا ہے کہ حضرت پیر صاحب تحریکِ ختمِ نبوت میں ۱۹۰۰ء کے لگ بھگ شامل ہوئے۔

مولانا ظفر علی خاں کی خدمات بھی اس ضمن میں نہایت قابلِ قدر ہیں۔ انہوں نے یکم جنوری ۱۹۱۰ء کو زمیندار کی ادارت سنبھالی اور قادیانیوں سے اکا دکا چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ زمیندار کے بند ہو جانے پر انہوں نے ۱۹۱۶ء میں ستارۂ صبح کی اشاعت شروع کی تو مرزائیت کا تعاقب زیادہ شدت سے شروع کر دیا۔ مقصد یہ بتانا ہے کہ مولانا ظفر علی خاں تحریکِ ختمِ نبوت کی صفوں میں ۱۹۱۰ء میں شامل ہوئے۔

حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی زندگی کا مشن ہی مرزائیت کی بیخ کنی تھا۔ انہوں نے اپنی تقاریر کے ذریعے پورے ملک کو اس فتنے سے خبردار کیا اور مرتے دم تک اس فتنے کی بیخ کنی میں مصروف رہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں تحریکِ ختمِ نبوت میں ستارۂ صبح کی بدولت شامل ہوا۔ آغا شورش کاشمیری نے "تحریکِ ختمِ نبوت" نامی کتاب میں شاہ جی کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

> "مجھے ستارۂ صبح نے قادیانیت کے زہرِ آب سے آگاہ کیا۔ حضرت سید مہر علی شاہ نے وصیت کی کہ اس فتنہ کی سرکوبی کرنا اور علامہ انور شاہ نے مجھے اس محاذ پر کھڑا کیا"

گویا شاہ جی تحریک کی صفوں میں ۱۹۱۶ء کے بعد شامل ہوئے۔

جماعت احرار شروع سے ہی قادیانیت کے خلاف تھی۔ لیکن بحیثیت جماعت بقول آغا شورش یہ جماعت تحریکِ کشمیر کے بعد یعنی ۱۹۳۳ء میں قادیانیت کے تعاقب میں مصروف ہوئی۔

علماء دیوبند مثلاً علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا اشرف علی تھانوی وغیرہما نے قادیانیت کو بیخ و بن سے اکھاڑنے میں بھرپور حصہ لیا۔ لیکن ۱۳۲۵ھ تک مولانا اشرف علی تھانوی یہ فیصلہ نہ کر سکے تھے کہ مرزا کے عقائد میں کوئی وجہ کفر موجود ہے یا نہیں۔ اور دارالعلوم دیوبند کی جانب سے وہ پہلا فتوے جس میں مرزا غلام احمد کو کافر قرار دیا گیا ۱۳۳۱ھ میں منظرِ عام پر آیا جو مرزا کے مرنے کے کئی سال بعد کی بات ہے۔

علامہ سر محمد اقبال نے ردِّ قادیانیت پر بہت گراں قدر کام کیا۔ جس کے اثرات علمی حلقوں میں نہایت دوررس ہوئے۔ لیکن ان کی مساعی ۱۹۳۲ء میں منظرِ عام پر آئیں۔ باقی معروف افراد جنہوں نے اس میدان میں علمی کوششیں کیں مثلاً مفتی محمد شفیع، مولانا یوسف بنوری، مولانا مودودی، علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ، آغا شورش کاشمیری، مولانا ابوالحسن علی ندوی، مولانا سید محمد داؤد غزنوی وغیرہم یقیناً آغاز میں مذکور بزرگوں کے بعد کے افراد ہیں۔ دوسری جانب مرزا صاحب کا دعویٰ مسیحائی ۱۸۹۱ء میں منظرِ عام پر آگیا تھا۔ اور مذکورہ بزرگوں میں سے اولین بزرگ حضرت پیر صاحب اس دعویٰ کے پورے نو۹ سال بعد میدان میں آئے۔ سوال یہ ہے کہ آیا ان نو سالوں میں مرزا صاحب بلاخوف و خطر اور بغیر کسی مزاحمت کے اپنی دوکان چلا رہے تھے؛ یا اس دور میں بھی ان کا تعاقب کرنے والے موجود تھے۔ اور اگر موجود تھے تو وہ کون لوگ تھے، انہوں نے کیا کچھ کیا اور مرزا صاحب پر اس کے اثرات کیا ہوئے؛ --- آج کی نشست میں انہی گم شدہ اوراق کی تلاش ہمارا مقصد ہے۔

اس وقت ہمارے سامنے مکتوباتِ احمدیہ کی چوتھی جلد ہے۔ جو تمام کی تمام ان خطوط پر مشتمل ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی نے مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی کو تحریر کئے۔ اس کے علاوہ ہمارے سامنے مولانا بٹالوی کے ماہنامہ "اشاعت السنۃ" کی بارھویں جلد کا بارھواں شمارہ ہے جس میں مولانا نے مرزا صاحب کے ساتھ اپنی خط و کتابت درج فرمائی ہے۔ خط و کتابت کے اس سلسلہ کا آغاز مولانا محمد حسین کے خط سے ہوتا ہے جو انہوں نے لاہور سے ۳۱ جنوری ۱۸۹۱ء کو مرزا صاحب کے نام تحریر فرمایا۔ یہ خط ہمارے نزدیک تحریکِ ختمِ نبوت کا آغاز ہے۔ اس لئے ہم تحریک کے گمشدہ اوراق کی تلاش کا آغاز یہیں سے کرتے ہیں۔ خط یوں ہے:

بسم اللہ الرحمان الرحیم

لاہور
۳۱ جنوری ۱۸۹۱ء

مکرمی جناب مرزا غلام احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ وعافاہ!

السلام علیکم، آپ کا رسالہ "فتح المرام" امرتسر میں چھپ رہا تھا کہ میں نے اس رسالہ کا پروف مطبع ریاض ہند سے منگوا کر دیکھا اور پڑھوا کر سنا۔ اس رسالہ کے دیکھنے اور سننے سے مجھے یہ سمجھ آیا کہ آپ نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ موعود مسیح جس کے قیامت سے پہلے آنے کا خدا تعالیٰ نے اپنی کلامِ مجید میں اشارۃً اور رسول اللہ نے اپنی کلام مبارک میں صراحتاً وعدہ دیا ہے، وہ آپ ہی ہیں جو مسیح ابن مریم [illegible]۔ اگر اس دعویٰ سے کچھ اور مراد ہے تو اس کی

توضیح کریں۔" (محمد حسین)

(منقول از اشاعت السنۃ ص ۳۵۴، ۳۵۵)

اس کے جواب میں مرزا صاحب نے تحریر کیا:

مخدومی اخویم ۔ السلام علیکم

آپ کے استفسار کے جواب میں صرف ہاں کافی سمجھتا ہوں" (خاکسار غلام احمد)

(اشاعۃ السنۃ ص ۳۵۶)

اس پر مولانا نے ۵ر فروری ۱۸۹۱ء کو یہ خط لکھا جو اشاعۃ السنۃ کے صفحہ ۳۵۷ پر موجود ہے:

مکرمی جناب مرزا صاحب، السلام علیکم!

آپ کا کارڈ میں نے وصول پایا، مجھے کمال افسوس ہے کہ مجھے آپ کے اس دعوٰی کا کہ میں مسیح موعود ہوں، خلاف مشتہر کرنا پڑا۔ اس الہام کو آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہیں تو خدا کی جناب میں دعا کریں کہ وہ مجھے اس خلاف سے روکے۔"

آپ کا ناصح ۔ محمد حسین

اس کے جواب میں مرزا صاحب نے لکھا:

"مجھے آپ سے استعجال کی شکایت ہے۔ مگر آپ کی نیت کی نسبت مجھے حسنِ ظن ہے۔ اور آپکو زمانہ حال کے اکثر علماء، اور اگر آپ ناراض نہ ہوں، تو بعض للّٰہی جدّ وجہد کے کاموں کے لحاظ سے مولوی نذیر حسین (محدث دہلوی) سے بھی بہتر سمجھتا ہوں" (اشاعۃ السنۃ صفحہ ۳۵۸)

مولانا نے جواباً تحریر فرمایا:

"میں اس مدح سے سخت ناراض ہوں۔ مولانا شیخ الکل (سید نذیر حسین) کے معلومات سے میری معلومات کو وہ نسبت ہے جو بادشاہ سے ایک گداگر کو ...... دہلی کے خط سے معلوم ہوا کہ مولانا سید نذیر حسین محدث کے پاس آپ کے رسائل نہیں پہنچے۔ مناسب ہے کہ آپ ان کے پاس رسائل بھیج دیں۔ حکیم (نور دین) صاحب کے سپرد یہ امر نہ کریں، وہ ان لوگوں کے پاس رسائل نہ بھیجیں گے جن کو وہ اپنے مذاق کے موافق نہیں سمجھتے۔ اس امر کی تصدیق چاہیں تو ان سے ان لوگوں کی فہرست طلب کریں جن کے نام انہوں نے رسائل روانہ کئے ہیں۔"

اشاعۃ السنۃ کے صفحہ ۳۶۰ پر موجود اس خط میں جو ۱۴ فروری ۱۸۹۱ء کو مرزا صاحب کے نام لکھا گیا تھا، مرزا صاحب کے ان عقائد پر گفتگو کی پیش کش بھی کی گئی تھی۔ اس لئے اس کے جواب میں طویل سوچ بچار

کے بعد مرزا صاحب نے ۸ رمارچ ۱۸۹۱ء کو خط لکھا کہ:

"مجمع بحث میں وہ الہامی گروہ بھی شامل ہونا چاہیئے جنہوں نے اس عاجز کو جہنمی ٹھہرایا ہے اور ایسا کافر جو ہدایت پذیر نہیں ہو سکتا اور مباہلہ کی درخواست کی ہے۔ الہام کی رو سے کافر و ملحد ٹھہرانے والے تو مولوی عبدالرحمٰن لکھوی (بن مولانا حافظ محمد لکھوی) ہیں اور جہنمی ٹھہرانے والے میاں عبدالحق غزنوی ہیں جن کے الہامات کے مصدق و پیرو عبدالجبار (غزنوی بن عبداللہ غزنوی) سو ان تینوں کا جلسہ بحث میں آنا ضروری ہے۔" (منقول از مکتوبات احمدیہ جلد ۴ صفحہ، واشاعۃ السنۃ جلد ۱۲ صفحہ ۳۷۰، شمارہ ۱۲)

مرزا صاحب کے اس خط کا جواب مولانا بٹالوی نے ۹ رمارچ کو دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرۃ الامام عبدالجبار غزنوی اس وقت لاہور تشریف لائے ہوں گے جیسا کہ مرزا صاحب کے اگلے خط سے ظاہر ہوتا ہے، لیکن مولانا عبدالحق غزنوی اور مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی لاہور سے باہر مختلف مقامات پہ تھے جن سے رابطہ پیدا کرنے میں یقیناً تاخیر ہو جاتی۔ اس لئے مولانا بٹالوی نے مرزا صاحب کو لکھا:

"یا تو آپ میرے پاس چلے آئیں یا پھر مجھے لکھئے، میں آپ کے پاس آجاتا ہوں اور بحث کیلئے اکیلا ہی تیار ہوں۔"

مرزا صاحب نے جواباً تحریر کیا:

"عنایت نامہ پہنچا، اس عاجز کیلئے بڑی مشکل بات یہ ہے کہ طبیعت اکثر دفعہ ناگہانی طور پر ایسی علیل ہو جاتی ہے کہ موت سامنے نظر آتی ہے۔ اور کچھ کچھ علامت نو دن رات شامل حال ہے اکثر زیادہ گفتگو کروں تو دورۂ مرض شروع ہو جاتا ہے۔ اگر زیادہ فکر کروں تو وہی دورہ شامل حال ہے۔ چونکہ آپ کا آخری خط آیا معلوم ہوتا تھا کہ گویا مولوی عبدالجبار صاحب کی شمولیت سے (موجودگی میں) لکھا گیا ہے۔ اس لئے جواب اس طرز سے لکھا گیا تھا۔ یہ عاجز غلبۂ مرض سے بالکل نکما ہو رہا ہے اور طاقت کہاں ہے کہ مباحث تقریری یا تحریری شروع کروں محض خدائے تعالیٰ کے فضل سے یہ تینوں رسائل لکھے گئے اور وہ بھی اس طرح سے کہ اکثر دوسرا شخص اس عاجز کی تقریر کو لکھتا گیا اور نہایت کم اتفاق ہوا کہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھا ہو۔ اتنی فرصت نہیں ہوتی جو عبارت کو عمدگی سے درست کیا جاوے۔ آپ کے معلومات حدیث میں بہت وسیع ہیں۔ یہ عاجز امی اور جاہل ہے۔ نہ عبادت نہ ریاضت، نہ علم نہ لیاقت، غرض کچھ بھی چیز نہیں۔ خدا کی طرف سے ایک امر تھا اور قطعی اور یقینی تھا، اس عاجز نے پہنچا دیا۔ ماننا نہ ماننا اپنی اپنی سمجھ اور رائے پر

موقوف ہے۔" (غلام احمد) ـــــ (منقول از اشاعۃ السنۃ جلد و شمارہ مذکور ص ۱۳۳، مکتوبات احمدیہ جلد ۴ صفحہ ۹)

اس خط کا جواب مولانا بٹالوی نے ۳ مارچ کو لاہور سے دیا، لیکن اب مرزا صاحب دامن چھڑا چکے تھے۔۔ یعنی مکتوبات احمدیہ، کا مرتب لکھتا ہے:

اس کارڈ کے بعد حضرت مسیح موعود نے اس سلسلہ میں خط و کتابت کو گویا بند کر دیا تھا۔ اس لئے کہ مولوی محمد حسین صاحب اصل مطلب کی طرف نہ آتے تھے۔ آپ نے اتمام حجت کے لئے اشتہار ۳ مئی ۱۸۹۱ء میں علمائے لدھیانہ کو خطاب کیا اور اس میں مولوی محمد حسن صاحب کو بھی مخاطب فرمایا۔ مولوی محمد حسین (بٹالوی) صاحب نے مولوی محمد حسن صاحب کو آڑ بنا کر پھر خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا۔ ہر چند وہ خطوط مولوی محمد حسن صاحب کے ہاتھ کے تھے لیکن دراصل ان کی تہہ میں مولوی محمد حسین صاحب کا ہاتھ اور قلم تھا" (مکتوبات احمدیہ ج ۴ ص ۲)

اس جلد میں اس کے بعد وہ خطوط درج ہیں جو اس طرح بظاہر مولوی محمد حسن صاحب کو اور حقیقتاً مولانا بٹالوی کو لکھے گئے تھے۔ ان خطوط میں سے ایک خط میں جو صفحہ ۲۲ پر موجود ہے، مرزا صاحب لکھتے ہیں:

"اب فتنہ مخالفت ہر جگہ بڑھتا جا رہا ہے اور مولوی محمد حسین صاحب جس جگہ پہنچتے ہیں، یہی ذکر شروع کی ہے کہ یہ شخص (مرزا) ملحد، دین سے خارج اور کذاب اور دجال ہے۔"

مولانا کی انہی سرگرمیوں کے باعث مایوس ہو کر مرزا صاحب نے ۳۱ دسمبر ۱۸۹۲ء اور مابعد کے خطوط میں مولانا کو "السلام علیکم" خط کے آغاز میں لکھنا بند کر دیا۔ فرماتے ہیں:

"میں افسوس سے کہتا ہوں کہ میں آپ کے فتویٰ تکفیر کی وجہ سے جس کا یقینی نتیجہ احد الفریقین کا کافر ہونا ہے، اس خط میں سلام مسنون سے ابتدا نہیں کر سکا۔"

لیکن مرزا صاحب کا کوئی حربہ، کوئی چال، کوئی چاپلوسی، کوئی دھمکی مولانا کے پائے استقلال کو جنبش نہ دے سکی بلکہ ان کی تحریک ختم نبوت میں خدمات کا سلسلہ وسیع اور دن بدن ان کا تعاقب تیز تر ہوتا گیا۔ جس پر مرزا صاحب جھنجلا اٹھے، ان کا نطق جواب دے گیا، ان کا قلم خشک ہو گیا اور وہ مولانا کو صفحہ ۴۸ پر یوں مخاطب کر کے (عارضی طور پر) خاموش ہو گئے:

"اے شیخ نامہ سیاہ، اس دروغ بے فروغ کے جواب میں کیا لکھوں اور کیا کہوں۔ خدا تعالیٰ تجھ کو آپ ہی جواب دیوے کہ تو حد سے بڑھ گیا ہے۔"

"قابل صد احترام قارئین! آپ محسوس کر چکے ہونگے کہ یہ اس دور کی باتیں ہیں جبکہ مرزا صاحب کا دعویٰ

مسیحیت ابھی پریس میں طبع ہو رہا تھا اور دعویٰ نبوت کے لئے مرزا صاحب ابھی پر تول رہے تھے۔ اس ابتدائی دور ہی میں چند افراد ان کا تعاقب شروع کر چکے تھے۔ اور مرزا صاحب کی زبان سے ہی آپ ان معززین کے اسماء گرامی سے بھی آگاہ ہو چکے ہیں۔ یہ افراد مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالوی، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا عبدالحق غزنوی اور مولانا محی الدین عبدالرحمان لکھوی ہیں۔ اتفاق سے یہ چاروں افراد شیخ الکل شمس العلماء، خاتم المحدثین، مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی اعلی اللہ مقامہ کے شاگرد ہیں۔ مرزا صاحب کا کہنا یہ ہے کہ یہ افراد مجھے کافر جہنمی سمجھتے ہوئے مباحثوں اور مباہلوں کے لئے چیلنج کر رہے ہیں۔

یہ بات ذہن میں پھر سے تازہ کر لیجئے کہ اس مضمون کے آغاز میں جن معززین ملت کا ذکر کیا گیا ہے جو تحریک ختم نبوت کے سربرآوردہ قائدین ہیں۔ یا وہ دیگر افراد جنہیں عام طور پر اس تحریک کے ہیرو قرار دیا جاتا ہے۔ مرزا صاحب کا تعاقب شروع کرنے والے ان اولین چار افراد میں شامل نہیں ہیں۔ اگر اس وقت کوئی اور آواز بھی مرزا صاحب کے خلاف اٹھی ہوتی تو مرزا صاحب اسے بھی مجمع بحث میں بلانے کی شرط لگاتے۔ کیونکہ ان کی عادت تھی کہ ایسے مواقع پر زیادہ سے زیادہ افراد کو مخاطب کیا کرتے تھے جیسا کہ بعد میں انہوں نے، بیک وقت سینکڑوں علماء و صوفیاء کو مناظروں اور مباحثوں کے لئے للکارا ہے۔ پالیسی یہ تھی کہ زیادہ سے زیادہ افراد مجمع بحث میں بلاتے تاکہ ان کا ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ پہنچنا ناممکن ہو اور پھر انہیں محض اس عذر پر جان چھڑانے کا موقع مل جائے کہ فلاں فلاں شخص حاضر مجلس نہیں ہے۔

یہ واقعہ ہے کہ تحریک ختم نبوت کے اس دور میں یہی اصحاب اربعہ سارے برصغیر میں مرزا صاحب کے خلاف جد وجہد کر رہے تھے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ابھی بہت سے علماء کو مرزا صاحب کے عقائد کا علم ہی نہ تھا۔ اور جن کو علم تھا، ان کو معاملے کی سنگینی کا احساس ہی نہ ہوا تھا۔ انہیں اس خطرے کا احساس اس وقت ہوا جب شیخ الکل سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی نے مرزا صاحب کی تکفیر کا فتویٰ دیا۔ یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ جس شخص کے طویل واسطہ اور مدلل فتوے نے نہ صرف علمائے ہند کو بلکہ ساری دنیا کو مرزا صاحب کے کافرانہ عقائد سے آگاہ کیا آج تحریک ختم نبوت کی تاریخوں میں اس کا اسم گرامی ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا۔ ہم اس شخصیت کی خدمات کا ذکر بعد میں کریں گے۔ پہلے آغا شورش کاشمیری کی کتاب "تحریک ختم نبوت" کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے، جس میں انہوں نے مولانا بٹالوی کا ذکر کیا ہے:

"مولانا بٹالوی نے ۱۵ر اپریل ۱۸۹۱ء کو حکیم نور دین سے مباحثہ کیا اور اس کو بھگا دیا۔ اس کے بعد مرزا غلام احمد نے مولانا بٹالوی سے مناظرے کی طرح ڈالی۔ لیکن مرزا نے ۲ رمئی ۱۸۹۱ء

تک بے سرد پا خط و کتابت کر کے فرار کیا - ان دنوں مولانا بٹالوی چینیانوالی مسجد (لاہور) کے خطیب تھے - آپ نے مرزا صاحب کو ان کے دعاوی پر مناظرے کی دعوت دی لیکن مرزا صاحب نے رسید ہی نہ دی - مولانا بٹالوی نے لدھیانہ پہنچ کر مرزا صاحب کے خسر میر ناصر نواب دہلوی کے مکان میں ۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء کو تحریری مباحثہ کا آغاز کیا - مباحثہ بارہ روز تک رہا، آخر مرزا صاحب جھوٹ بول کر فرار ہو گئے - مرزا صاحب کی ہٹ دھرمی تو یکم اگست ۱۸۹۱ء کو مولانا بٹالوی سے حیات و ممات مسیح پر مباحثہ کا اشتہار دیدیا اور لاہور میں مناظرہ کرنے کا اعلان کیا - لیکن مرزا صاحب اس سے بھی بھاگ گئے - مولانا بٹالوی نے اوائل فروری ۱۸۹۲ء میں مرزا صاحب کی لاہور آمد پر ایک اور چیلنج کیا - لیکن مرزا صاحب الہام کی آڑ لیکر سیالکوٹ چلے گئے - مولانا بٹالوی پیچھے گئے - مرزا صاحب نے سیالکوٹ سے کوچ کرنے کی ٹھانی تو کئی ایک معززین نے روکا کہ مولانا سے مناظرہ کیجئے - مرزا صاحب نے عذر کیا کہ وہ مجھے کافر کہتا اور گالیاں دیتا ہے - اس سے مناظرہ جائز نہیں - المختصر مرزا صاحب سیالکوٹ سے اُڑ گئے، کپورتھلہ پہنچے - مولانا بٹالوی نے وہاں بھی تعاقب کیا - مقامی علماء نے مرزا صاحب کو گھیر لیا تو وہاں سے جالندھر چلے گئے - مولانا بٹالوی نے جالندھر کے علماء کو لکھی، لیکن مرزا صاحب انکا نام سنتے ہی اڑنچھو ہو گئے - مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی کے تعاقب سے تنگ آکر اپنے ایک الہام کا اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ چالیس دن کے اندر محمد حسین بٹالوی کو ذلیل و خوار کرے گا کیونکہ اس نے میری اہانت کو شعار بنا لیا ہے - لیکن مولانا پر اللہ کا فضل و کرم رہا - انہوں نے ۳۰ اپریل ۱۸۹۲ء کو اپنے رسالہ میں لکھا کہ وہ بفضل تعالیٰ زندہ ہیں اور مرزا صاحب کے مقابلہ میں تندرست و توانا اور خوش و خرم ہیں - مرزا صاحب اپنا سا منہ لے کر رہ گئے -

مرزا صاحب عجیب الخلقت انسان تھے - علماء کے تعاقب سے کاروبار ماند پڑ گیا تو نذرانوں کے رکنے پر ۱۵ دسمبر ۱۸۹۲ء کو میاں نذیر حسین محدث دہلوی، مولانا محمد حسین بٹالوی اور ان تمام علماء کو دعوتِ مباہلہ دی جن کے نزدیک وہ اپنے دعاوی کے باعث خارج از اسلام ہو چکے تھے - مولانا بٹالوی نے فی الفور مباہلہ منظور کر لیا اور مرزا صاحب کو لکھا کہ وہ جہاں مباہلہ کرنا چاہیں، انہیں آنے میں عذر نہ ہو گا لیکن مرزا صاحب حسبِ عادت فرار ہو گئے . . . . . .

پھر اگلے سال ۲۰ مارچ ۱۸۹۳ء کو مرزا صاحب نے اشتہار شائع کیا کہ بٹالوی صاحب میرے مقابلہ میں تفسیر قرآن عربی میں لکھیں - یہ چیلنج بھی منظور کر لیا گیا لیکن مرزا صاحب

حسبِ معمول اس سے بھی بھاگ گئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر ۴ مئی ۱۸۹۳ء کو مرزا صاحب نے اپنے ایک الہام میں اعلان کیا کہ محمد حسین بٹالوی نے ان کی بیعت کر لی ہے ۔ اس الہام کو انہوں نے اپنی منظوم کتاب "اعجاز احمدی" میں دہرایا تو مولانا نے مرزائیت کا تعاقب تیز تر کر دیا مرزا صاحب زچ ہو گئے، ان کی ہر پیش گوئی باطل ثابت ہوئی ۔ ان کے پاس اب گالیاں بکنے کے سوا اور کوئی نسخہ نہ تھا ۔ انہوں نے علماء و مشائخ کے خلاف اتنی گندی زبان استعمال کی کہ عوام ششدر رہ گئے ۔ مولانا بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں شدید محاسبہ کیا ۔ مرزا صاحب کی ہوا اکھڑ گئی ۔ لوگ سوال کرنے لگے کہ ایک ملہم جو اپنے تئیں مامور من اللہ کہتا ہے کیا اس قسم کی بازاری زبان بولتا اور لکھتا ہے ! لیکن مرزا صاحب کے نزدیک ان کے الہامات کا یہی طغریٰ تھا ۔ مرزا صاحب نے اپنے ایک رؤیا کے مفروضہ پر مولانا بٹالوی کی موت کا اعلان کیا ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مرزا کے متبنّی ہونے کی مہر لگا دی ۔ اور مرزا صاحب ان سے پہلے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال کر گئے اور مولانا بٹالوی نے بارہ سال بعد ۲۹ جنوری ۱۹۲۰ء کو وفات پائی ۔" (صفحہ ۳۹، ۴۰)

قابلِ صد احترام قارئین، آغا شورش مرحوم کی زبانی مولانا بٹالوی کی سرگرمیوں سے آپ اختصار کے ساتھ واقف ہو چکے ہیں ۔ ان کے باعث مولانا بری طرح مرزا صاحب کے اعصاب پر سوار ہو چکے تھے حتیٰ کہ جب وہ اپنی دوکان چمکانے کی خاطر دوسری اقوام کے خلاف قلم اٹھاتے تو وہاں بھی انہیں مولانا بٹالوی کا خوف دامن گیر رہتا ۔ جیسا کہ انہوں نے پادری عماد الدین کے خلاف شائع کئے جانے والے ۱۸۹۴ء کے اشتہار میں لکھا :

"بعض دوست یہ اندیشہ نہ کریں کہ ممکن ہے شیخ محمد حسین جو عوام میں مولوی کر کے مشہور ہے اسی وقت بھی ہمارے رسالے کے شائع ہونے پر بالمقابل عربی رسالہ بنانے میں عیسائیوں کی ایسی ہی مدد کرے گا جیسا کہ اس نے جون ۱۸۹۳ء میں ہمارے مباحثہ کے وقت پوشیدہ طور پر ان کی مدد کی تھی اور اپنے "اشاعۃ السنۃ" کا فتویٰ بھیج دیا تھا ۔" (منقول از مجموعہ اشتہارات مسیح موعود، ج ۲، ص ۶)

اسی مجموعے میں ۱۳۱۲ھ کا ایک اشتہار ہے جو صفحہ ۱۵ سے ۲۳ تک پھیلا ہوا ہے ۔ اس میں مرزا صاحب لکھتے ہیں :

"وہ تمام صاحب جنہوں نے شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی کے رسائل اشاعۃ السنۃ دیکھے

ہوں گے یا ان کے وعظ سنے ہوں گے وہ اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ شیخ صاحب موصوف نے اس عاجز کی نسبت کیا کچھ کلمات ظاہر فرمائے ہیں اور کیسے کیسے خود پسندی کے بھرے ہوئے کلمات اور تکبر میں ڈوبے ہوئے کلمات ان کے منہ سے نکل گئے ہیں کہ ایک طرف تو انہوں نے اس عاجز کو کذاب اور مفتری قرار دیا ہے اور دوسری طرف بڑے زور اور اصرار سے یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ میں اعلیٰ درجہ کا مولوی ہوں اور یہ شخص سراسر جاہل اور نادان اور عربی زبان سے محروم اور بے نصیب ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ !"

اسی طرح یہ سارا اشتہار مولانا کو جلی کٹی سنانے میں صرف ہوگیا ہے اور چلتے چلتے صفحہ ۹۱ پر حضرت شیخ الکل سید نذیر حسین کو بھی رگید گئے ہیں ۔ لکھا ہے :

"ایسے لوگوں کو اگر مولوی کا لقب دیا جائے تو کیا بجز مسلمانوں کو کافر بنانے کے کچھ اور بھی لیاقت ان میں ہے ، ہرگز نہیں ۔ چار حدیثیں پڑھ کر نام شیخ الکل ۔ نعوذ باللہ من فتن ھذہ الدھر واھلھا و نعوذ باللہ من جھلات الجاھلین ۔"

اسی طرح ۱۸۹۵ء کا ایک اشتہار صفحہ ۱۳۲ پر موجود ہے جس میں لکھا ہے :

"چونکہ شیخ محمد حسین بٹالوی اور دوسرے خود غرض مخالف واقعات صحیحہ کو چھپا کر عام لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں اور ایسے ہی دھوکوں سے متاثر ہو کر بعض انگریزی اخبارات جن کو واقعات صحیحہ نہیں مل سکے ہماری نسبت اور ہماری جماعت کی نسبت بے بنیاد باتیں شائع کرتے ہیں ۔ سو ہم اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنی محسن گورنمنٹ اور پبلک پر یہ بات ظاہر کرتے ہیں کہ ہم ہنگامہ اور فتنہ کے طریقوں سے بالکل متنفر ہیں اور ہم اور ہماری جماعت اول درجہ پر امن اور صلح دوست اور خیر خواہ سرکار انگریز ہیں ۔"

اسی طرح صفحہ ۲۷۰ پر موجود اشتہار میں مرزا صاحب رقمطراز ہیں :

"عرصہ ستو برس کا ہوا ہے کہ براہین احمدیہ میں تین پیشگوئیاں تین مختلف فرقوں کی نسبت درج ہوئی تھیں اور تینوں فتنوں کا ذکر کیا گیا تھا ۔ ایک پادری صاحبوں اور ان کے شور و غوغا کی نسبت جو انہوں نے ڈپٹی آتھم صاحب کی میعاد گذرنے پر کیا ۔ دوسری پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں اور ان کے سرغنہ محمد حسین اور ان کے اتباع مسلمانوں کی نسبت جو انہوں نے مجھ پر تکفیر کا فتنہ برپا کیا ۔"

اس اشتہار میں مرزا صاحب نے مولانا محمد حسین کو ان کی مخالفانہ سرگرمیوں کے باعث اپنے مخالف

مسلمان علماء کا سرغنہ بتایا ہے۔ اور یہ بات واقعتاً درست ہے۔ ہم اس شدومد کا آج کے دور میں تصور ہی نہیں کر سکتے جس کے ساتھ مولانا بٹالوی نے اس جھوٹے نبی اور اس کی امت کا تعاقب کیا اور تحریر و تقریر کے ہر محاذ پر ان کے دانت کھٹے کئے۔ اسی لئے مرزا صاحب نے مولانا کو ایک ایسے لقب سے سرفراز کیا ہے جو انہوں نے پورے برصغیر میں اور کسی کو نہیں دیا۔ یہ رتبۂ بلند صرف اور صرف مولانا بٹالوی کے حصہ میں آیا ہے۔ یہ مرتبہ ہے امتِ مرزائیہ کے فرعون ہونے کا۔ آپ جانتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "ہر امت کا ایک فرعون ہوتا ہے اور میری امت کا فرعون ابوجہل ہے" (او کما قال علیہ السلام) اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح فرعون رعمسیس حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شدید ترین مخالف تھا، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت میں کوئی شخص ابوجہل سے بازی نہیں لے جا سکا۔ بالکل اسی طرح جس شخص کو مرزا غلام احمد نے اپنی امت کا فرعون قرار دیا ہے، اس سے بھی (مرزا کی) مخالفت میں کوئی دوسرا فرد آگے نہیں بڑھ سکا۔

مرزا صاحب نے ۱۸۸۰ء اور ۱۸۸۲ء کے درمیان ہونے والے ایک الہام کو اپنی کتاب "نزول المسیح" میں درج کیا ہے، ہم اس کتاب کے ۱۹۰۹ء میں مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۱۵۲ سے اسے نقل کرکے آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ الہام عربی میں ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی خود مرزا صاحب کا ہے۔ ملاحظہ ہو؛

"واذ یمکر بک الذی کفر اوقد لی یا ھامان لعلی اطلع الی الٰہ موسیٰ وانی لاظنہ من الکاذبین۔ تبت ید ابی لھب وتب۔ ما کان لہ ان یدخل فیھا الا خائفا۔ وما اصابک من اللہ الفتنۃ ھٰھنا۔ فاصبر کما صبر اولوالعزم ۔ ۔ ۔"!

"اور یاد کر وہ زمانہ جبکہ ایک شخص تجھ سے مکر کرے گا کہ جو تیری تکفیر کا بانی ہوگا، اور اقرار کے بعد منکر ہو جائے گا۔ یعنی مولوی محمد حسین بٹالوی۔ اور وہ اپنے رفیق کو کہے گا یعنی مولوی نذیر حسین دہلوی کو کہ اے ہامان میرے لئے آگ بھڑکا یعنی کافر بنانے کیلئے فتویٰ دے۔ میں چاہتا ہوں کہ موسیٰ کے خدا کی تفتیش کر دوں اور یہی گمان کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے۔ اس جگہ خدا نے میرا نام موسیٰ رکھا۔" (کیا شاندار ترجمہ ہے "سارا کام لعین" سے چلایا ہے۔ ناقل)

قارئین کرام! اس پیشگوئی میں مرزا صاحب نے اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ ان کی تکفیر کا باعث محمد حسین بٹالوی ہے اور انہی کے ایما سے میاں صاحب محدث دہلوی نے سب سے پہلے فتویٰ تکفیر دیا ہے۔ گویا یہی لوگ تحریک ختم نبوت کے بانی اور اس دور میں مرزا صاحب کو ناکوں چنے چبوانے والے ہیں جبکہ تحریک کے معروف ہیروز میں سے ابھی کوئی منظرِ عام پر نہیں آیا تھا۔ اور یہ تو آپ جانتے ہیں کہ الفضل للمتقدم ہوتا ہے۔ اسی لئے انہیں امتِ مرزائیہ کے فرعون و ہامان قرار دیا گیا ہے۔

(جاری ہے)